مقالات

پروفیسر چوہدری عبدالحفیظ
حافظ محمد اسرائیل فاروقی

امام ابن تیمیہ بحیثیت محدث

نام ونسب

امام ابن تیمیہ کا پورا نام تقی الدین ابوالعباس احمد بن شہاب الدین ابوالمحاسن عبدالحلیم بن امام مجدالدین ابوالبرکات عبدالسلام بن ابو محمد بن عبداللہ بن ابوالقاسم الخضر، بن محمد بن الخضر بن علی بن عبداللہ بن تیمیہ ہے۔(۱)

پیدائش

آپ شام کی ایک معروف بستی حران میں ۱۰۔ ربیع الاول پیر کے روز ۶۶۱ھ (۲۲۔جنوری ۱۲۶۳ء) میں پیدا ہوئے۔(۲)

وفات

ابن تیمیہ نے ۷۲۸ھ میں دمشق کے قید خانے میں وفات پائی۔(۳)
ذوالقعدہ کی ابتدائی تاریخوں میں بیمار ہوئے۔ تقریباً بیس روز بیمار رہ کر ۲۰۔ ذیقعدہ ۷۲۸ھ پیر کے روز دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔(۴) انا للہ وانا الیہ راجعون!

تعلیم و تربیت

ابن تیمیہ نے علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ عمر کے ساتویں سال بستی حران سے دمشق (شام) ہجرت کرنا پڑی۔ جامع دمشق کا علمی ماحول ابن تیمیہ کی تعلیم و تربیت کے لئے بے حد سازگار ثابت ہوا۔ بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حافظہ عطا فرمایا تھا۔ زندگی بھر ذوق وشوق سے قرآن مجید کی تلاوت اور دور کرتے رہے۔ تلاوت سے اس قدر شغف تھا کہ جیل میں بھی کبھی ناغہ نہ کیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جیل میں انہوں نے ۸۰ سے زیادہ مرتبہ قرآن مجید ختم کیا(۵) اور سورۃ القمر کی آیت نمبر ۵۴:

﴿ ان المتقين في جنت و نهر، في مقعد صدق عند مليك مقتدر ﴾

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یقیناً پرہیز گار لوگ جنت کے باغوں اور نہروں میں ہوں گے جو عزت و صداقت کی جگہ ہے، شاہ دو جہاں قادر مطلق کے نزدیک بیٹھے ہوں گے"..... پر روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (۶)

حفظ قرآن مجید کے بعد ابن تیمیہؒ نے دوسرے تمام مروجہ علوم کی طرف توجہ کی اور علم و فضل سے اپنے دامن کو مالا مال کیا۔ خصوصاً علم تفسیر، علم حدیث اور علم لغت پر توجہ دی۔ اپنے علم کا آغاز عقائد اور عقائد میں بھی خصوصاً توحید سے کیا۔ شریعت کے اس علم میں ابن تیمیہؒ نے اپنی زندگی کھپا دی۔ کتاب اللہ کی تفسیر پر محنت شاقہ کی، حدیث اور اس کے متعلقہ علوم میں خوب دسترس حاصل کی، ساتھ ساتھ فقہ اور اصول فقہ میں عبور حاصل کیا۔

چونکہ ہمارا موضوع امام ابن تیمیہؒ بحیثیت محدث ہے، اس لئے ہم اس موضوع کی نسبت سے ابن تیمیہؒ کے علم حدیث پر بات کریں گے:

حفظ حدیث

ابن تیمیہؒ کے دور میں حدیث کی کتابت، حفظ حدیث اور سماع حدیث کا عام چرچا تھا۔ آپ نے سب سے پہلے امام حمیدیؒ کی کتاب (۷) "الجمع بین الصحیحین" حفظ کی۔ پھر اس دور کے اساتذہ خصوصاً علمائے شام سے حدیث سنی۔ ان کے شاگرد رشید کا بیان ہے کہ حدیث میں ابن تیمیہؒ کے شیوخ کی تعداد ۲۰۰ سو سے بھی متجاوز ہے:

"وشیوخه الذین سمعه اکثر من مائتی شیخ" (۸)

ابن تیمیہؒ نے مسند احمد بن حنبلؒ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، سجستانی اور سنن دارقطنی وغیرہ کی بار بار سماعت کی۔ ابن تیمیہؒ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ انہیں علم و عمل کی فضاء میں سانس لینا اور نشوونما پانا نصیب ہوا۔ ان کے والد متواتر چالیس سال تک جامع دمشق میں شیخ الحدیث رہے۔ (۹)

صاحب معجم المولفین نے لکھا ہے:

"انصرف الشیخ تقی الدین الی تحصیل العلم ولم لا..... وهو من بیت عریف اشتهر بهذا الامر حتی اصبح غالبا علیه، فعنی بدراسة الحدیث و علومه و نسخ جملة منه" (۱۰)

"پھر ابن تیمیہؒ حصول علم کے لئے نکلے، وہ کیوں نہ نکلتے؟ وہ ایک ایسے علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس کا علم میں شہرہ تھا، حتیٰ کہ ابن تیمیہؒ نے علم پر غلبہ حاصل کر لیا اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انہوں نے حدیث اور اس کے علوم اور اس کے ناسخ و منسوخ کے جملہ علوم بھی حاصل کئے"

(۲) علم حدیث پر عبور

ابن تیمیہؒ کی خصوصیات میں یہ ہے کہ انہیں "علم حدیث" پر مکمل عبور ہے۔ پوری اسلامی تاریخ میں صرف ابن تیمیہؒ کی شخصیت ایسی ہے جن کے بارے میں کہا گیا ہے:

"کل حدیث لا یعرفہ ابن تیمیة فلیس بحدیث" (۱۱)

"ہر وہ حدیث جسے ابن تیمیہؒ نہیں جانتے، وہ حدیث ہی نہیں ہے"

یہاں ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ احادیث کو بیان کرتے وقت وہ کس طرح اس کے صحت و سقم کا حوالہ دیتے ہیں، انہیں احادیث کے متن تک یاد ہیں:

"وحفظ الحدیث ورجالہ وصحتہ وسقمہ فیما یلحق فیہ" (۱۲)

"نہ صرف متن یاد ہیں بلکہ حدیث کے رجال، اس کی صحت و سقم کی کیفیت سے بھی واقف ہیں اور اس فن میں کوئی ابن تیمیہؒ کا سہیم و شریک نہیں"

ڈاکٹر رشاد سالم لکھتے ہیں:

"اما معرفتہ بصحیح المنقول و سقیمہ فانہ فی ذلک من الجبال التی لا تر تقی ذروتھا ولا ینال سنامھا قل ان ذکر لہ قول الا وقد احاط علمہ بمبتکرہ وذاکرہ وناقلہ واثرہ، او راوالا وقد عرف حالہ من جرح و تعدیل باجمال و تفصیل" (۱۳)

"جہاں تک حدیث رسول ﷺ کے صحیح اور سقیم کی معرفت کا تعلق ہے تو ابن تیمیہؒ اس فن میں پہاڑ کی ایسی چوٹی اور بلندی ہیں، جسے سر نہیں کیا جاسکتا۔ بہت کم ایسا ہوا کہ ان کے سامنے کوئی قول بیان ہوا مگر انہیں ان کے قائل، ناقل، اس کے اچھوتے ہونے کا علم نہ ہو، یا کسی راوی کا ذکر ہوا تو جرح و تعدیل کے اعتبار سے اس کا اجمالی اور مفصل علم حاصل نہ تھا"

ابن تیمیہؒ نے حدیث کی تعریف میں بھی ایک لطیف نکتہ پیدا کیا۔ فرماتے ہیں:

"حدیث نبوی کا اطلاق رسول اکرم ﷺ کی نبوت کی زندگی کے ان اعمال پر ہوتا ہے جو بعد از نبوت صادر ہوئے۔ آپ ﷺ کے قول پر، آپ ﷺ کے فعل پر (طریقہ) اور آپ ﷺ کی تقریر پر (پسند، اقرار سے ہے) سنت ان تین وجوہات سے بھی ثابت ہوتی ہے، آپ نے جو کچھ فرمایا، اگر تو وہ خبر کی حیثیت میں ہے تو اس کی تصدیق واجب ہے، اگر وہ شرعی قانون ہے، کسی حلال و حرام کے حکم میں یا اباحت کے ضمن میں ہے تو اس پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل (اتباع) واجب ہے، کیونکہ انبیاء کی نبوت پر دلالت کرنے والی آیات قرآنیہ یہ خبر دیتی ہیں کہ پیغمبر اپنے پروردگار سے خبر بیان کرنے میں معصوم ہوتے ہیں، ان کی خبر برحق ہوتی ہے اور یہی نبوت کا مفہوم ہے۔ نبی کی بات ضمانت مہیا کرتی ہے کہ اللہ اسے غیب کی خبر دیتا ہے اور نبی لوگوں کو اللہ کے بتائے ہوئے غیب سے آگاہ کرتا ہے اور رسول ﷺ کائنات کو اللہ کی پیغام رسانی کے لئے مامور ہوتا ہے" (۱۴)

علم حدیث پر عبور کے ناطے سے ہم دیکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ ؒ حدیث کی کتابوں اور ائمہ حدیث کے بارے میں بلا جھجک اپنی رائے دیتے ہیں۔ حدیث رسول ﷺ کے ناطے سے کسی بڑے سے بڑے محدث یا امام کی پروا نہیں کرتے۔ جو بات حق اور سچ ہے اسے بلا خوف لومۃ لائم، ببانگ دھل بیان کرتے ہیں۔ انہیں خود صحاح ستہ کے متون ازبر ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں ان کا نظریہ ہے کہ یہ رسول اکرم ﷺ کے اقوال سے عبارت ہیں۔ لکھتے ہیں:

وعلی هذا فكثير من متون الصحيحين متواتر اللفظ عند اهل العلم بالحديث وان لم يعرف غير هم انه متواتر، ولهذا كان اكثر متون الصحيحين مما يعلم علماء الحديث قطعيا ان النبی ﷺ قاله تارة لتواتره عندهم، وتارة لتلقی الامة له بالقبول" (۱۵)

"اس لحاظ سے اہل حدیث علماء کے نزدیک صحیحین کے متون متواتر ہیں، اگرچہ بعض دوسرے علماء اسے متواتر نہیں مانتے، علماء حدیث کے نزدیک یہ بات حتمی اور قطعی ہے کہ صحیحین کے متن رسول اکرم ﷺ سے تواتر سے ثابت ہیں، کبھی آپ ﷺ نے یہ صحابہ کرام ؓ سے باتیں فرمائیں۔ کبھی آپ ﷺ نے اس خیال سے بات کہی کہ امت اسے صحیح معنوں میں قبول کرے"

صبری المتولی، ابن تیمیہ ؒ کے صحاح ستہ کے متن حفظ کرنے سے متعلق لکھتا ہے:

"وقد حفظ ابن تیمیة ؒ قدرا كبير جدا من كتب السنة ذكرنا بعضا منها عندالحديث عن مصادره، ومن المعروف ان اصحاب هذا الكتب ليسوا سواء فی مستوی الصحة ولهذا فقد فاضل بينهم منها علی مستوی العدالة والضبط والصحة" (۱۶)

"ابن تیمیہ ؒ کو سنت کی کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ حفظ ہے، جس کا بیان ہم حدیث کے مصادر کے ضمن میں کر چکے ہیں۔ یہ بات معروف ہے کہ ان سب کتابوں کے مصنف صحت کے اعتبار سے ایک جیسے نہیں ہیں، اس لحاظ سے ابن تیمیہ ؒ حدیث کے ضبط، عدالت اور صحت کے فن میں ان کے درجات بتاتے ہوئے بعض کو بعض پر فوقیت دی۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں بخاری شریف کی صحت کو مسلم شریف کی صحت پر ترجیح دیتے ہیں، وہاں مسلم شریف کے الفاظ کو بخاری پر ترجیح دیتے ہیں:

ان مسلم ینفرد بعرض عنها البخاری وقدیکون الصواب مع المسلم"

(۱۷)"وذهب الی تفضیل البخاری و مسلم علی موطا الامام مالک" (۱۸)

"امام مسلم الفاظ میں بخاری کی نسبت منفرد ہیں اور صواب امام مسلم کے ساتھ ہے اسی طرح ابن تیمیہ" بخاری اور مسلم کو موطا امام مالک" پر ترجیح دیتے ہیں"

پھر امام احمد بن حنبل" کے بارے میں فرماتے ہیں:

".... من نقل عن احمد (امام احمد") انه یحتج بالحدیث الضعیف الذی لیس بصحیح ولا حسن فقد غلط علیه" (۱۹)

"جس نے امام احمد" کے بارے میں یہ خیال کیا کہ وہ ایسی ضعیف حدیث جو کہ نہ صحیح ہے نہ حسن، سے استدلال کرتے ہیں تو اس نے امام احمد" کو غلط سمجھا"

اب ہم ابن تیمیہ کی اس مہارت (حدیث) کو مختلف عنوانوں سے بیان کرتے ہیں:

صحت کتب حدیث

کتب احادیث کی عام صحت کے بارے میں ابن تیمیہ" نے ان کے درجات یوں بیان کئے ہیں:

"فذکر ان اصح کتب الحدیث البخاری ثم مسلم، وما جمع بینهما الحمیدی والاشبیلی وبعد ذلک السنن سنن ابی داود، والنسائی، و جامع الترمذی، ثم المسانید: مسند الشافعی، و مسند احمد بن حنبل" (۲۰)

"صحیح ترین کتب (احادیث) اس طرح ہیں: بخاری شریف، پھر مسلم شریف، حمیدی اور اشبیلی نے جو جمع کیا، (الجمع بین الصحیحین) اس کے بعد سنن کا درجہ ہے: سنن ابی داؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی، پھر مسانید آتی ہیں: مسند امام شافعی"، مسند احمد بن حنبل وغیرہ)"

"وذهب الی ان شرط احمد فی مسنده اجود من شرط ابی داود واستحسن قول الامام احمد "ضعیف الحدیث خیر من الرائی..... وضعیف الحدیث عند احمد..... کما ذکرنا ..... هوالذی خف ضعفه حتی ارتقی الی مرتبة الحسن" (۲۱)

"ابن تیمیہ" نے مسند احمد کی شرائط کو سنن ابی داؤد سے بہتر قرار دیا ہے۔ نیز امام احمد بن حنبل" کے اس قول کی بھی تحسین کی ہے کہ "ضعیف حدیث رائے سے بہتر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے" امام احمدؒ کے نزدیک ضعیف وہ ہے جس کا ضعف بہت کم ہو اور وہ "حسن" کے مرتبہ تک پہنچ جائے۔"

ابن تیمیہؒ اور بڑے بڑے ائمہ کرام کا محاسبہ

ابن تیمیہؒ کو علم حدیث پر اس قدر عبور تھا کہ بڑے بڑے ائمہ کرام کی عظمت بھی انہیں اس بات سے مانع نہیں تھی کہ حدیث کے ضمن میں ان کی لغزشوں یا غلطیوں کو بے نقاب کریں۔ "علل الحدیث" کے سلسلے میں ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ علماء نے احادیث کو متن اور سند کے اعتبار سے خوب جانچا ہے لہٰذا کسی امام کی قدر و منزلت انہیں اس بات سے نہیں روکتی کہ وہ حدیث رسول ﷺ کے عیب کو بیان نہ کریں۔ منہج میں ہے:

"وقد عرض لنا ابن تیمیةؒ طرفا من جهد العلماء الناقدين في هذا المجال وانهم قفوا في علل الاحاديث جميعها بالنظر الى سندها ومتنها ولا يصرفهم عن ذلك شرف جامعها او علو منزلته" (۲۲)

اس کے بعد صاحب منہج ایک مثال سے بات کو واضح کرتے ہیں:

"ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: اس کی مثال مسلم شریف کی حدیث ہے "اللہ تعالیٰ نے زمین (مٹی) کو ہفتہ کے روز پیدا کیا، پہاڑوں کو اتوار، درختوں کو سوموار اور ناپسندیدہ اشیاء منگل کے روز اور نور بدھ کے روز اور چوپائے اس میں جمعرات کے روز پھیلائے اور آدم کو جمعہ کے روز پیدا کیا"..... یہ دراصل ان لوگوں پر طعن ہے جو امام مسلم سے زیادہ عالم ہیں جیسے یحییٰ بن معین، امام بخاریؒ اور ان دونوں کے علاوہ دیگر ان جیسے علماء و آئمہ کرام۔ امام بخاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ کعب بن الاحبار اور چند ایسے لوگوں کی جماعت کا قول ہے جو اس کی صحت کے قائل تھے جیسے ابوبکر بن الانباری، ابو الفرج ابن الجوزی وغیرھما، امام بیہقی وغیرہ نے ان لوگوں کی موافقت کی جنہوں نے اسے ضعیف جانا اور یہی بات (کہ یہ حدیث ضعیف ہے) صحیح ہے۔" (۲۳)

یہاں صبری المتولی نے ابن تیمیہؒ کی جرات کو داد دی ہے، لکھتے ہیں:

"ثم نجدان هيبة الامام مسلم لم تمنع ابن تيمةؒ من الشهادة ضده فيقول على الفور موا فقا الذين ضعفوا الحديث هذا هو الصواب" (۲۴)

"پھر ہم دیکھتے ہیں کہ امام مسلمؒ کی ہیبت ابن تیمیہؒ کو ان کے خلاف گواہی سے نہیں روکتی، ابن تیمیہؒ ان ائمہ کرام کی موافقت میں جنہوں نے حدیث کو ضعیف سمجھا ہے، فی الفور کہہ دیتے ہیں کہ یہی بات صحیح ہے۔"

ابن تیمیہؒ کا دعویٰ دراصل بلا دلیل بھی نہیں ہے، وہ خود چونکہ علل احادیث سے واقف ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس لئے دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لا نه قدثبت بالتواتر ان الله خلق السموات والارض ومابينهما في ستة ايام و ثبت ان آخر الخلق كان يوم الجمعة فيلزم ان يكون اول الخلق يوم الاحد، وهكذا هو عند اهل الكتاب و على ذلك تدل اسماء الايام و هذا المنقول الثابت في احاديث و آثار اخرى، ولوكان اول الخلق يوم السبت و آخر يوم الجمعة لكان قد خلق في الايام السبعة وهو خلاف مااخبر به القرآن" (۲۵)

"کیونکہ یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اسے چھ دنوں میں پیدا کیا اور یہ بات ثابت اور برحق ہے کہ آخری مخلوق یوم جمعہ کو پیدا ہوئی، پس لازم ہے کہ تسلیم کیا جائے کہ پہلی تخلیق یوم الاحد (اتوار) کو ہوئی، اہل کتاب کے ہاں بھی یہی ثابت ہے، اسی پر دنوں کے نام دلالت کرتے ہیں۔ دوسری احادیث و آثار میں بھی یہی بات ثابت ہے۔ اگر پہلی تخلیق یوم سبت (ہفتہ) کی مانی جائے اور آخری تخلیق یوم جمعہ کی تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ تخلیق کا عمل سات دن جاری رہا، جو کہ قرآن کے بھی خلاف ہے۔"

ابن تیمیہؒ بات کو یہاں ختم نہیں کرتے بلکہ اپنے علم و فضل کے زور پر اپنی حق بات کو اور زیادہ واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس (ثبوت) کے علاوہ ماہرین اہل الحدیث سے بھی اس حدیث کی علت دوسرے طریقوں سے ثابت ہے کہ اس میں فلاں راوی ان اسباب کی وجہ سے غلط ہے۔ اس علم کو ہی دراصل "علل الحدیث" کا علم کہتے ہیں۔ اگرچہ حدیث کی اسناد بظاہر جید ہوتی ہیں، مگر دوسرے طریقے سے بھی یہ بات معلوم ہے کہ راوی غلط ہے، جب اس کی چھان پھٹک ہوئی تو حدیث موقوف ثابت ہوئی۔ یا اس کی سند کی پڑتال کی گئی تو وہ مرسل ثابت ہوئی یا حدیث میں حدیث داخل ہوگئی..... یہ فن بہت اچھا ہے، یحییٰ بن سعید انصاریؒ ان کے ساتھی علی بن مدینیؒ پھر امام بخاری، اس علم کو بہت زیادہ جاننے والے تھے، یہی حال امام احمدؒ، امام حاتمؒ، نسائیؒ اور دارقطنیؒ کا بھی تھا۔ اس سلسلے میں بہت سی تصنیفات ہیں..... خود بخاری شریف میں تین احادیث ایسی ہیں جن کی صحت پر بعض اہل فن نے کلام کیا ہے۔ ان میں سے ایک "ابو بکرۃ" والی حدیث ہے جو حضرت حسنؒ سے روایت کرتے ہیں۔ (رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "میرا یہ بیٹا سردار ہے، اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا) اس حدیث پر محدثین کے ایک گروہ نے نقد و نظر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہے۔ ان میں ابوالولید الباجی بھی ہے۔ بعض کا گمان ہے کہ حضرت حسنؒ نے ابی بکرۃ سے حدیث نہیں سنی، لیکن صحیح رائے امام بخاریؒ کی ہے۔ حضرت حسنؒ نے ابوبکرۃ سے حدیث سنی ہے، جیسا کہ اور بھی بہت سے مواقع پر بات واضح ہو چکی ہے، امام بخاریؒ اس فن میں امام مسلمؒ کی نسبت کہیں زیادہ ماہر ہیں۔ (۲۶)

یہ ہے ابن تیمیہؒ کا علم حدیث پر عبور کہ انہیں نہ یہ کہنے میں باک ہے:

"ثم ینفرد بالفاظ یعرض عنها البخاری وقدیکون الصواب مع مسلم"

"امام مسلمؒ الفاظ میں بخاریؒ کی نسبت منفرد ہیں اور صواب امام مسلمؒ کے ساتھ ہے۔ (۲۷)

اور نہ انہیں یہ کہنے میں کوئی جھجک ہے:

"لکن الصواب مع البخاریؒ ..... والبخاریؒ احذق واخبر بهذا الفن من المسلمؒ" (۲۸)

"اور صواب امام بخاریؒ کے ساتھ ہے..... اور امام بخاریؒ اس فن میں امام مسلمؒ کی نسبت زیادہ ماہر اور زیادہ علم رکھنے والے ہیں"

ابن تیمیہؒ کی اس صفت پر صبری المتولی کا بڑے خوبصورت پیرائے میں تبصرہ ہے:

"وهکذا اکتشف ابن تیمیةؒ ان العلة القادحة فی صحة الحدیث کانت فی المتن، بینما انصرف معظم اهل الحدیث الی اکتشاف العلل القادحة فی السند ولکن اکتشاف علل المتن تحتاج الی مزید من سعة العلم وطول الخبرة و نور الموهبة وقداوتی ابن تیمیةؒ هذا کله" (۲۹)

"اسی طرح ابن تیمیہؒ نے انکشاف کیا ہے کہ صحت حدیث میں یہ علت متن میں تھی جبکہ اہل حدیث کے ایک کثیر گروہ نے یہ علت سند میں تلاش کی، لیکن متن میں علت کو ڈھونڈنے کے لئے بڑے وسیع علم اور تجربے اور خداداد نور کی ضرورت تھی، اور ابن تیمیہؒ کو یہ سب کچھ عطا ہوا تھا۔"

ابن تیمیہؒ دوران تفسیر کس طرح اس علم لدنی کو استعمال کرتے ہیں؟

یہ مثالوں سے واضح ہو گا:

مثال نمبر۱، سورۂ توبہ: آیت ۱۱۷

﴿ لقد تاب الله علی النبی والمهاجرین والانصار الذین اتبعوه فی ساعة العسرة من بعد ما کادیزیغ قلوب فریق منهم ثم تاب علیهم انه بهم روف رحیم ﴾ (التوبہ:۱۱۷)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"بیشک اللہ نے پیغمبر، مہاجرین اور انصار پر مہربانی کی، باوجود اس کے کہ ان میں سے بعض کے دل جلد پھر جانے کو تھے (وہ مشکل کی گھڑی میں پیغمبر کے ساتھ رہے) پھر اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی، بیشک وہ ان پر بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے"۔

میں توبہ و استغفار کے ضمن میں بہت سی دعائیں لکھی ہیں اور ہر دعا سے پہلے حدیث کی کتاب کا حوالہ دیا ہے:

"و فی الصحیحین..... و فی الصحیح..... و فی الصحیحین" (۳۰) "وقد ثبت فی الصحیح" (۳۱) "وقد ثبت فی الصحیحین" و ثبت عنه فی الصحیح، و فی الحدیث عن النبی ﷺ "کل بنی آدم خطاء و خیر الخطائین التوابون، رواه ابن ماجه و الترمذی" (۳۲)

ہر حدیث کے شروع میں یا تو اس کتاب کا حوالہ دیا ہے، راوی کا حوالہ دیا ہے، یا شروع میں اگر حوالہ نہیں دیا تو آخر میں بتا دیا ہے کہ یہ حدیث ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کی ہے۔ شاذ و نادر ہی ایسا ہوا ہے کہ حدیث کے بارے میں ابن تیمیہؒ نے حوالہ نہ دیا ہو، اگر حدیث ثقاہت سے کچھ ہٹی نظر آئی تو خاموش نہیں رہے بلکہ فوراً کہا: "وفیه نظر" (۳۳) صحیح ہوئی تو فرمایا: فی الحدیث المتفق علی صحته (۳۴) کما فی الحدیث الصحیح الالهی "عن اللہ" یا عبادی انما هی اعمالکم احصیها لکم ثم اوفیکم ایاها، فمن وجد خیرا فلیحمد اللہ ومن وجد غیر ذلک فلا یلومن الانفسه (۳۵)

کسی جگہ صحابی کا نام اور کتاب کا نام بھی دیتے ہیں: "کما فی حدیث ابی سعید الذی فی الصحیح" (۳۶)

کسی جگہ یوں لکھا ہے: "وقد ثبت فی صحیح البخاری ان اباهریرة قال قال الرسول ﷺ" (۳۷)

کسی جگہ یوں لکھا ہے: "وفی الصحیحین عن انسؓ عن النبی ﷺ وفی السنن عن البراء بن عازب عن النبی ﷺ وفیها عن ابی امامة عن النبی و فی الصحیح عن ابی سعید الخدریؓ عن النبی ﷺ و فی الصحیح من حدیث ابن مسعودؓ عنه (۳۸)

مثال نمبر۱: اللہ عرش پر ہے

"اللہ عرش پر ہے۔" کے ضمن میں گیارہ آیات کا حوالہ دینے کے بعد احادیث سے اللہ کے عرش پر ہونے کا استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"صحیح اور حسن احادیث میں اس کی اتنی مثالیں (دلائل) ہیں کہ جن کا صرف بمشکل احاطہ کیا جاسکتا ہے: مثلاً

"اس کی مثال رسول اکرم ﷺ کا واقعہ معراج ہے۔ فرشتوں کا اللہ کی طرف سے نازل ہونا اور اس کی طرف چڑھنا اور رسول اکرم ﷺ کا ملائکہ کے بارے میں یہ فرمان: "جو دن رات تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، جو تمہارے درمیان رات بسر کرکے اللہ کی طرف جاتے ہیں، تو اللہ ان سے (بندوں کے حالات) پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کے حالات سے زیادہ باخبر ہے"

۲- صحیح بخاری میں حدیث خوارج ہے "کیا تم میری بات کا یقین نہیں کرتے ہو، حالانکہ میں آسمان والے کی طرف سے امین ہوں، آسمان کی خبریں صبح و شام میرے پاس آتی ہیں"

۳- حدیث "رقیہ" جو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی ہے، اس میں ہے "اے ہمارے پروردگار! جو آسمان میں ہے، تیرا نام پاکیزہ ہے، تیرا حکم آسمان و زمین پر چلتا ہے، جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے، اسی طرح زمین کو بھی اپنی رحمت عطا فرما، ہمارے گناہوں اور خطاؤں کو معاف کردے، تو پاکیزہ لوگوں کا پروردگار ہے۔ اپنی رحمت سے کچھ رحمت نازل فرما، اس درد پر اپنی شفاء میں سے شفاء عطا فرما۔"

۴- رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو شکایت ہو (تکلیف مصیبت وغیرہ) یا اس کے بھائی کو کوئی شکایت ہو تو اسے چاہئے کہ کہے: "اے ہمارے آسمان میں رہنے والے پروردگار! اور اس کو یاد کرے"

۵- حدیث اوعال میں ہے: "عرش اس سے اوپر ہے" اور اللہ عرش کے اوپر ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ احمد، ابوداؤد وغیرہما نے اسے روایت کیا ہے۔

۶- حدیث صحیح میں ہے کہ آپ ﷺ نے لونڈی سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: "اللہ کہاں ہے"؟ اس نے کہا آسمان میں، آپ ﷺ نے فرمایا، میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے آزاد کردو، یہ تو مسلمان ہے"

۷- حدیث صحیح میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: "بیشک جب اللہ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو ایک کتاب میں (تحریر) لکھ دی، اور وہ اس کے پاس عرش کے اوپر رکھی ہوئی ہے (وہ تحریر یہ ہے) بیشک میری رحمت میرے غضب پر چھائی ہوئی ہے۔" (۳۹)

۸- حدیث "قبض الروح" میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے "اس روح کو لے کر فرشتے اس آسمان کی طرف پرواز کرتے ہیں جس میں اللہ عزوجل کی ہستی ہے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۹۔ عبداللہ بن رواحہؓ کے وہ اشعار جو انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو سنائے اور رسول اکرم ﷺ نے ان کی تصدیق کی: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور جہنم کافروں کا ٹھکانا ہے اور عرش پانی پر طواف کرتا ہا، اور عرش کے اوپر سب جہانوں کا پروردگار ہے"

۱۰۔ امیۃ بن الصلت کے اشعار جو انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو سنائے، رسول اکرم ﷺ نے ان اشعار کو تحسین کی نظر سے دیکھا اور فرمایا: "اس کے اشعار میں ایمان ہے مگر اس کا دل کافر ہے" ان اشعار کا ترجمہ یوں ہے:

اللہ کی بزرگی بیان کرو، وہی بزرگی کا اہل ہے۔ ہمارا پروردگار آسمان میں ہے اور وہ بہت بلندی پر براجمان ہے، لوگوں سے اوپر ہے، اس نے آسمان پر اپنا تخت سجایا ہے، اتنا اونچا ہے کہ حد نظر کے ادراک سے باہر ہے، اس کے عرش کے بوجھ سے فرشتوں کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں"

۱۱۔ مسند میں جو حدیث ہے، اس میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔ بیشک اللہ زندہ وپائندہ ہے، سخی ہے، جب بندہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے تو وہ شرم محسوس کرتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹادے۔

۱۲۔ اور رسول اکرم ﷺ کا فرمان حدیث میں ہے کہ (بندہ) اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور کہتا ہے، اے میرے رب، اے میرے پالنہار!.......

ایسی مثالیں اس قدر زیادہ ہیں کہ جن کا شمار صرف اللہ کرسکتا ہے، یہ احادیث سب تواتر لفظی اور تواتر معنوی سے ثابت ہیں، یہ ایسے یقینی علم سے عبارت ہیں جو لوگوں تک پہنچانا ضروری ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے متعلق اپنی امت کو آگاہ کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرش پر ہے، عرش آسمان پر ہے، جس طرح اللہ نے تمام امتوں، عرب و عجم کو زمانہ جاہلیت اور اسلام میں ان کی طبیعی فطرت پر پیدا کیا، مگر جس امت کو شیطان نے اس کی فطرت سے دور کردیا (وہ گمراہ ہوگئی) پھر اس سلسلے میں سلف کے اس قدر اقوال ہیں کہ انہیں جمع کیا جائے تو ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جائے گی۔

۱۳۔ بلکہ صحیح بخاری میں جابر بن عبداللہ ؓ سے ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے یوم عرفات کو (حجۃ الوداع) کے روز اپنی زندگی کے عظیم ترین اجتماع میں فرمایا: "کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟" صحابہ کرامؓ نے بیک زبان فرمایا: جی ہاں، رسول اکرم ﷺ اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے اور پھر صحابہ کی طرف جھکاتے اور فرماتے: اے اللہ گواہ رہنا، ایسا آپ ﷺ نے کئی بار کیا۔ ایسی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔ (۴۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثال نمبر۲، سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۲

﴿ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم واشهدهم علی انفسهم الست بربکم قالوا بلی شهدنا ان تقولوا یوم القیامة انا کنا عن هذا غافلین ﴾ (الاعراف:۱۷۲)

"وہ وقت یاد کیجئے جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرالیا (یعنی ان سے پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے کیوں نہیں؟ ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے) یہ اقرار اس لئے کرایا گیا، کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر ہی نہ تھی"

کی تشریح میں حدیث لاتے ہیں:

" فقال عمرؓ بن الخطاب سمعت رسول الله ﷺ یسال عنها فقال رسول الله ﷺ ان الله تبارک و تعالی خلق آدم ثم مسح علی ظهره بیمینه فاستخرج منه ذریة فقال خلقت هولاء للجنة و بعمل اهل الجنة یعملون، ثم مسح علی ظهره فاستخرج منه ذریة فقال خلقت هولاء للنار و بعمل اهل النار یعملون، فقال رجل: یارسول الله! ففیم العمل؟ فقال رسول الله ﷺ ان الله تبارک و تعالی اذا خلق العبد للجنة استعمله بعمل اهل الجنة یموت علی عمل من اعمال الجنة و اذا خلق العبد للنار استعمله بعمل اهل النار حتی یموت علی عمل اهل النار".....

پھر اس حدیث پر نقد و نظر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور اس حدیث کو اہل سنن اور اہل مسانید مثلاً ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کی اسناد منقطع ہیں (۴۱) اور اس کے راوی مجہول النسب (۴۲) ہیں، اس کے باوجود اسے امام مالکؒ نے موطا میں نقل کیا ہے جو کسی دوسرے کی نسبت زیادہ بلیغ ہیں۔ الفاظ یہ ہیں: پھر اس نے اپنا دایاں ہاتھ (آدم کی) پشت پر پھیرا اور اس کی اولاد کو پیدا کیا، پھر دوسری دفعہ اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور پھر اور اولاد پیدا کی..... اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ آجری نے اسے امام مالکؒ، ثوریؒ اور لیثؒ وغیرہم سے اپنی کتاب "شریعت" میں نقل کیا ہے۔ اگر ابو المعالی اور وہ کتاب جس کا انہوں نے انکار کیا تھوڑا سا غور کر لیتے تو جس چیز کی انہوں نے مخالفت کی، اسے اس میں پالیتے۔ لیکن ابو المعالی باوجود اپنی کثرت ذہانت اور علم کی چاہت اور اپنے فن میں اونچی قدر و منزلت رکھنے کے رسول اکرم ﷺ کی احادیث کو بہت کم جاننے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا تھا۔ (۴۳) شاید کہ اس نے "موطاء" کا اس انداز میں مطالعہ نہیں کیا کہ اسے اس کے بارے میں صحیح معلومات حاصل ہوتیں۔ کیونکہ وہ تو بخاری، مسلم، سنن ابی داؤد، نسائی، ترمذی اور اس جیسی دوسری سنن سے بھی اصلاً آگاہ نہیں تھا تو پھر موطا اور اس جیسی کتابوں کا اسے علم کیسے ہوتا باوجود اس کے کہ وہ فقہی مسائل کے اختلاف میں دلائل جانتا تھا۔ اس نے صرف سنن ابوالحسن دارقطنی کا ہی مطالعہ کیا ہے اور ابوالحسن نے حدیث میں اپنی تمام امامت کے باوجود یہ سنن اس لئے مرتب کی کہ اس میں عجیب و غریب قسم کی احادیث اور فقہ کی باتیں جمع کرے، کیونکہ اسے اسی کی تمنا تھی۔ جہاں تک صحیحین کی مشہور احادیث اور صحاح ستہ کا تعلق ہے، وہ ان سے بے نیاز ہے۔ پس اپنی کتاب میں صرف ایسی غریب اور ضعیف احادیث پر اکتفا کرنا اصول اسلام سے بہت بڑی جہالت کی دلیل ہے اور اس نے یہ خیال کیا کہ "کتاب المعالی" جو اس کی ساری عمر کا ثمر ہے (نہایۃ المطلب فی درایۃ المذھب) اس میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں جو بخاری شریف کی طرف منسوب کی گئی ہو سوائے ایک حدیث کے جو بسم اللہ کے بارے میں ہے اور وہ بھی بخاری شریف میں نہیں ہے جیسا کہ اس نے ذکر کیا ہے..... ابوالمعالی سے ابن طاہر نے روایت کی ہے کہ موت کے وقت اس نے کہا:

"میں بہت بڑے گہرے اتھاہ سمندر میں ڈوب گیا اور میں نے اہل اسلام اور ان کے علوم کو چھوڑ دیا اور میں اس چیز میں داخل ہوا جس سے مجھے منع کیا گیا تھا اور اب اگر میرے پروردگار کی رحمت نے نہ پالیا تو ابن جوینی کے لئے ہلاکت ہے۔ دیکھو میں اپنی ماں اور نیشاپور کی بوڑھی عورتوں کے عقیدے پر مر رہا ہوں" (۴۴)

اس تفسیری نوٹ پر غور کرنے سے درج ذیل امور سامنے آتے ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ ابن تیمیہؒ کو علم حدیث پر، اس کے صحیح و سقم کے فن پر کس قدر عبور حاصل تھا:

۱۔ "وقد قیل اسنادہ منقطع" (کہا گیا ہے کہ اس کی اسناد منقطع ہیں)

۲۔ "ان راویہ مجھول" (کہ اس کے راوی مجہول ہیں)

۳۔ موطا امام مالکؒ میں متن میں تھوڑا سا اختلاف ہے "مسح علی ظھرہ بیمینہ" کی بجائے "مسح ظھرہ بیمینہ" کے الفاظ ہیں۔ اس قدر لطیف فرق کو بھی ابن تیمیہؒ کس طرح نوٹ کرتے ہیں اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب مختلف کتب حدیث میں پائے جانے والے متن زبانی ازبر ہوں۔

۴۔ ابوالمعالی: ھو عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی (امام الحرمین) من کبار الاشاعرۃ تلمذ لہ الغزالی ومن اھم کتبہ "الشامل فی اصول الدین" (۴۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جو امام الحرمین کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، انہوں نے اپنی معروف کتاب "الشامل فی اصول الدین" میں اس حدیث کو نقل کردیا"..... اس پر ابن تیمیہؒ خاموش نہیں رہ سکے بلکہ اس قدر زبردست تنقید کی ہے کہ ان کی شخصیت اور ان کی علمیت کا تار پود بکھیر کر رکھادیا ہے:

"ولکن ابو المعالی مع فرط ذکائه وحرصه علی العلم وعلو قدره فی فنه کان قلیل المعرفة بالآثار النبویة"

ابوالمعالی باوجود اپنی تمام تر ذہانت اور علم کی طلب و تڑپ کے، اپنے فن (اصول دین) میں بلند مقام رکھنے کے احادیث رسول ﷺ کو بہت کم جاننے والے تھے۔ پھر ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ ابوالمعالی نے موطا امام مالکؒ کا جو مطالعہ کیا تھا۔ وہ ایسا نہیں ہے کہ جیسا ہونا چاہئے تھا۔ حتی کہ بخاری و مسلم، سنن ابی داؤد، نسائی اور ترمذی کا جس نے مطالعہ نہیں کیا، وہ موطا اور اس قسم کی کتابوں کا کیا مطالعہ کرے گا؟ :

"فانه لم یکن له بالصحیحین البخاری و مسلم و سنن ابی داود، والنسائی والترمذی وامثال هذه السنن علم اصلا فکیف بالموطا و نحوه"

۵- پھر ابن تیمیہؒ بتاتے ہیں کہ ابوالمعالی نے فقہی نظریات کے لئے "سنن ابی الحسن الدارقطنی" پر انحصار کیا ہے۔ مگر خود دارقطنی اس پہلو سے معتبر نہیں ہے۔

"وابوالحسن الدارقطنی مع تمام امامته فی الحدیث فانه صنف هذه السنن کی یذکر فیها الاحادیث المستغربة فی الفقه و یجمع طرقها"

"ابوالحسن حدیث میں اپنی تمام تر امامت کے باوجود سنن میں عجیب و غریب احادیث اور ان کے طرق جمع کرنے کا باعث بنا"

گویا ابن تیمیہؒ نے دارقطنی کی صحت بھی واضح کردی۔

۶- پھر یہ بتاتے ہیں کہ ابوالمعالی نے جو کتاب اپنی زندگی کے ماحصل کے طور پر لکھی اس میں سوائے ایک حدیث کے جو "بسم اللہ" کے بارے میں ہے، کوئی بھی صحیح بخاری سے منسوب نہیں ہے۔ بلکہ یہ حدیث بھی جس طرح امام بخاریؒ نے روایت کی ہے۔ اس طرح نہیں ہے:

"لیس فیه حدیث واحد معزو الی صحیح البخاری الاحدیث واحد فی البسملة ولیس ذلک فی البخاری کما ذکره"

۷- بات آخر یہاں ختم کی ہے کہ ابن طاہر کی روایت ہے کہ ابن جوینی نے اپنی وفات کے وقت یہ اقرار و اعتراف کیا:

"میں ایک گہرے سمندر میں پھنس گیا۔ میں نے اہل اسلام اور ان کے علوم کو چھوڑ دیا اور میں ایسے علوم کی تلاش میں سرگرداں رہا جن سے مجھے منع کیا گیا تھا۔ اب اگر اللہ کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رحمت نے مجھے اپنے دامن میں نہ چھپایا تو ساری لعنت کا سزاوار ابن الجوزی (ابو المعالی) ہوگا۔ لوگو! دیکھو (گواہ رہنا) میں اپنی ماں اور نیشاپور کی بوڑھی عورتوں کے عقیدے پر مر رہا ہوں" (۴۶)

اسی حدیث سے متعلق "جامع الرسائل" میں عبارت اس طرح آئی ہے:

"وطائفة من العلماء جعلوا هذا الاقرار كما استخرجوا من صلب آدم وانه انطقهم واشهدهم، لكن هذا لم يثبت به خبر صحيح عن النبي ﷺ

"علماء کی ایک جماعت نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ "لوگ آدم کی پشت سے نکالے گئے اور اللہ نے انہیں بلایا اور ان سے گواہی لی" لیکن رسول اکرم ﷺ سے ایسی کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں۔ (۴۷)

مثال نمبر ۳

ایک شخص نے ابن تیمیہؒ سے حضرت عائشہؓ کے بارے میں پوچھا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: "تقاتلين عليا وانت ظالمة"

تو حضرت علیؓ سے جنگ کرے گی اور تو ظالمہ ہوگی۔

گویا اس حدیث سے متعلق ابن تیمیہؒ کا نکتہ نظر معلوم کرنے کی کوشش کی۔ ابن تیمیہؒ کو فن حدیث پر جو عبور حاصل تھا، دیکھئے اس کا اظہار کس طرح ہوتا ہے: فرمایا:

"فهذا لا يعرف في شيء من كتب العلم المعتمدة ولا له اسناد معروف وهو بالموضوعات والمكذوبات اشبه منه بالاحاديث الصحيحة بل هو كذب قطعا فان عائشةؓ لم تقاتل ولم تخرج لقتال وانما خرجت بقصد الاصلاح بين المسلمين وظنت ان خروجها مصلحة للمسلمين ثم تبين لها فيما بعد ان ترك الخروج كان اولى فكانت اذا ذكرت خروجها تبكي حتى تبل خمارها" (۴۸)

حدیث کی قابل اعتماد کتابوں میں سے کسی میں بھی ایسی حدیث کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا، نہ اس حدیث کے اسناد جانے پہچانے ہیں، بلکہ یہ تو موضوعات (من گھڑت) اور جھوٹی احادیث میں سے ہے، صحیح احادیث سے اس کی کوئی مماثلت نہیں، بلکہ یہ تو خالص اور قطعی جھوٹ ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ نے نہ لڑائی کی، نہ لڑائی کے لئے نکلیں، ان کا نکلنا تو صرف اصلاح بین المسلمین کے لئے تھا، انہیں خیال تھا کہ ان کے نکلنے سے مسلمانوں میں مصالحت کی صورت پیدا ہوگی، بعد میں انہیں اس بات کا شعور اور احساس ہوا کہ اگر وہ اس طرح (مصلحت عامہ کی خاطر) بھی نہ نکلتیں تو زیادہ بہتر تھا، پس جب کبھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں اپنے خروج کی بات یاد آتی تھی تو اس قدر روتی تھیں کہ ان کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا"۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مثال نمبر۴

ایک آدمی نے حدیث اور تفسیر کی کتابیں پڑھیں۔ جب کتاب الحلیة پڑھنے کی باری آئی تو اس نے انکار کر دیا۔ جب اس سلسلے میں اس سے استفسار کیا گیا کہ آپ اسلاف کے حالات کیوں نہیں پڑھتے تو اس نے کہا: "لا اسمع من کتاب ابی نعیم شیئا" میں ابو نعیم کی کتاب سے کچھ نہ پڑھوں گا، اس سے کہا گیا کہ:

"ھو امام ثقة شیخ المحدثین فی وقته فلم لا تسمع ولا تثق بنقله؟(۴۹)

"ابی نعیم ثقہ امام تھے، اپنے وقت کے شیخ المحدثین تھے، آپ انہیں اور ان کی نقل کو ثقہ کیوں نہیں مانتے؟"

پھر اس آدمی سے کہا گیا: ہم ابی نعیم کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کو حکم مانتے ہیں، تو اس آدمی نے کہا: میں بھی ابن تیمیہؒ کی رائے کو تسلیم کر لوں گا اس پر یہ مسئلہ ابن تیمیہؒ کو لکھ کر ارسال کیا گیا۔ ابن تیمیہؒ نے دمشق سے یہ جواب لکھا:

"الحمدللہ رب العالمین، ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبهانی حلیة الاولیاء، تاریخ اصبهان المستخرج علی البخاری و مسلم، کتاب الطب، عمل الیوم واللیلة، فضائل الصحابة، دلائل النبوة، صفة الجنة اور محجة الواثقین وغیرہ کے مصنف، حدیث کے بڑے حافظوں اور بہت تصانیف والے ہیں، جن لوگوں کی تصانیف سے لوگوں نے استفادہ کیا، ان میں سے ایک ہیں۔ ان کا مقام اس سے کہیں بڑا ہے کہ انہیں "ثقہ" کہا جائے اور ان کی "حلیة الاولیاء" زاہدوں کے بارے میں لکھی جانے والی کتابوں میں بہت نفیس ہے اور رسالہ قشیریہ، ان کے شیخ عبدالرحمٰن سلمی، ابن خمیس کی "مناقب الابرار" وغیرہ کی نسبت حدیث کی نقل میں بہت زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ ابو نعیم حدیث کو بہت زیادہ جاننے والے اور ان مصنفین کے مقابلے پر زیادہ ثقہ اور صحیح نقل کرنے والے ہیں، لیکن امام احمدؒ کی "کتاب الزھد" اور عبداللہ بن مبارکؒ کی "کتاب الزھد"، "حلیة الاولیاء" کی نسبت زیادہ صحیح احادیث پر مشتمل ہیں۔"(۵۰)

پھر ابن تیمیہؒ ان کتب کا موازنہ کرتے ہیں:

"ان کتابوں میں اور ان جیسی دوسری کتابوں میں لازماً ضعیف احادیث اور ضعیف ... باطل ... بھی موجود ہیں۔ حلیة الاولیاء میں بھی قطعی طور پر ہیں، لیکن

محکمہ دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"حلیہ الاولیاء"، "رسالہ قشیریہ" اور "مناقب الابرار" اور ان جیسی دوسری کتابوں میں باطل احادیث اور باطل حکایات کثرت سے موجود ہیں، لیکن ایسی مثالیں ابی نعیم کی کتابوں میں نہیں ہیں۔ ابن الجوزی (ابی الفرج) کی کتاب "صفوۃ الصفوۃ اور حلیۃ الاولیاء میں صحت غالب ہے اگرچہ ان میں بھی بعض حکایات واحادیث باطلہ موجود ہیں۔ جہاں تک امام احمدؒ کی "کتاب الزہد" اور ان جیسی دوسری کتابوں کا تعلق ہے، ان میں ان جیسی باطل احادیث و حکایت نہیں ہے۔ کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ اپنی تصنیفات میں موضوع احادیث کو بیان نہیں کرتے البتہ ناقل کے "سوء حفظ" کی وجہ سے ضعیف احادیث ہیں، اسی طرح مرفوع احادیث میں بھی ایسی کوئی حدیث نہیں ہے جس کے بارے میں کہا جائے کہ وہ موضوع ہے اور اس میں قصد ہی جھوٹ ہے۔ اسی طرح امام احمدؒ اپنی مسند میں بھی موضوع روایات نہیں لاتے، اس قسم کی ضعیف روایات تو اسلام کی اکثر کتابوں میں موجود ہیں اور سوائے قرآن کریم کے کوئی کتاب غلطی سے پاک نہیں"

اس کے بعد بخاری اور مسلم کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہیں:[۵۱]

"اور ہاں بخاری شریف میں جو صحت ہے، وہ مسلم ہے مگر متن میں راوی کی طرف سے غلطی ہوتی ہے۔ حدیث کے بعض الفاظ میں اغلاط ہوتی ہیں۔ امام بخاریؒ نے خود اپنی کتاب میں راوی کے مغالطے کو واضح کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت جابرؓ کے اونٹ کی قیمت کے سلسلے میں راویوں کے اختلاف کو بیان کیا۔ اس میں بعض صحابہؓ سے بھی اغلاط منسوب ہیں جس طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے احرام کی حالت میں نکاح کیا، حالانکہ اکثر لوگوں کے نزدیک مشہور ہے کہ آپ احرام اتار چکے تھے۔ اسی طرح حضرت اسامہؓ کی طرف منسوب ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے گھر میں نماز نہیں پڑھی۔ اور یہ بھی حضرت بلالؓ کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے گھر میں نماز پڑھی اور علماء کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

اور جہاں تک مسلم شریف کا تعلق ہے، اس میں ایسے الفاظ ہیں جو غلط تسلیم کئے جاتے ہیں۔ جیسے "اللہ نے زمین کو یوم السبت کو پیدا کیا" اور بخاریؒ نے واضح کیا ہے کہ یہ غلط ہے۔ دراصل یہ حضرت کعبؓ کا قول ہے، اور یہ بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے نماز کسوف ایک رکعت میں تین رکعت ادا کی، (یعنی تین رکوع کے ساتھ ایک رکعت) اور صحیح یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صرف زندگی میں ایک دفعہ نماز کسوف ادا کی ہے، ایک مثال یہ بھی ہے "کہ رسول اکرم ﷺ نے ابو سفیان سے ام حبیبہؓ کے ساتھ نکاح کی خواہش کا اظہار کیا"، حالانکہ یہ غلط ہے۔[۵۲]

آخر میں حلیۃ الاولیاء کے بارے میں حتمی اور قطعی رائے یوں پیش کرتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وهذا من اجل فنون العلم بالحديث يسمى: علم "علل الحديث" واما كتاب حلية الاولياء فمن اجود مصنفات المتاخرين في اخبار الزهاد وفيه من الحكايات مالم يكن به حاجة والاحاديث المروية في اوائلها احاديث كثيرة ضعيفة بل موضوعة" (۵۳)

"حدیث کے علوم و فنون میں اسی لئے اس علم کا نام "علل حدیث کا علم" (احادیث کے نقائص) رکھا گیا ہے، جہاں تک حلیۃ الولیاء کی صحت کا تعلق ہے متاخرین کی کتابوں میں سے اخبار الزہاد کے سلسلے میں یہ بہترین تصنیف ہے، اس میں کچھ حکایات ایسی ہیں جن کے درج کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، نیز کتاب کے آغاز میں جو احادیث پیش کی گئی ہیں، وہ اکثر ضعیف بلکہ موضوع ہیں"۔

خلاصہ کلام

ہم اپنی اس بحث کو ڈاکٹر محمد رشاد سالم کے ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں، کہ ابن تیمیہ کی تمام تالیفات میں یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ انہیں جہاں صحیح حدیث نظر آئی۔ وہ اسے نقل کرتے ہیں۔ اس کے مطابق عمل کرتے ہیں، جب کوئی منصف نظرعدل سے دیکھے گا تو اسے یقین ہو جائے گا کہ ابن تیمیہ کا موقف قرآن و سنت کے ساتھ ہے اور انہیں اس موقف سے کسی انسان کا قول دور نہیں کر سکتا خواہ وہ مقام اور مرتبے میں کتنا اونچا ہی کیوں نہ ہو۔ اس معاملے میں وہ نہ کسی امیر، نہ سلطان، نہ کوڑے اور نہ کسی تلوار کا خوف رکھتے ہیں۔ وہ قرآن و سنت سے ہرگز انحراف نہیں کرتے۔ بلکہ انہوں نے مضبوط کڑے کو تھام رکھا ہے۔ انہیں قرآن و سنت پر مکمل عبور حاصل ہے اور وہ اللہ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہیں:

"اگر تمہیں کسی چیز میں اختلاف ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہو، یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے اور تاویل کے لحاظ سے بھی احسن ہے اور تمہیں جس چیز میں بھی اختلاف ہو تو اسے اللہ کے فیصلے پر چھوڑ دو" (۵۴)

ابن تیمیہ کے علم حدیث پر عبور کو نظم کی صورت میں بھی خراج تحسین پیش کیا گیا ہے: (۵۵)

يا متقنا علم الحديث ومن روى — سنن النبي ﷺ المصطفى المختار
اصبحت في الاسلام طودا راسخا — يهدى به وعددت في الاحبار
هذه مسائل اشكلت فتصدقوا — ببيانها يا ناقلي الاخبار
فالمستعان على الامور باهلها — ان اشكلت قد جاء في الاثار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ولکم کاجر العاملین بسنته حین سالتموا یا اولی الابصار

"اے علم حدیث اور علماء اہل حدیث کے ماہر! آپ اسلام میں ایک ایسے بلند اور ٹھوس پہاڑ ہیں، جس سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے اور آپ کا شمار بڑے علماء میں ہوتا ہے۔ یہ مسائل ہیں جن میں اشکال واقع ہوا ہے، پس اے احادیث رسول ﷺ کے نقل کرنے والے! آپ ان مسائل کا شافی حل بیان فرمایئے، ان معاملات میں جن میں اشکال واقع ہوا، پس اس سلسلے میں اس آدمی سے مدد لی جاتی ہے جو اس کا اہل ہے اور احادیث رسول ﷺ میں اس کا حل موجود ہے۔ اے اہل بصیرت! اگر تم ان کے بارے میں سوال کرو تو تمہارے لئے سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے والوں کا سا اجر ہے۔"

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

حوالہ جات

۱۔العقود الدریہ، ۲ —— ۲۔البدایہ والنہایہ، ۱۴:۲۲۹ —— ۳۔البدایہ والنہایہ، ۱۴:۱۳۶ —— ۴۔الرد الوافر، ۴۸ —— ۵۔ البدایہ والنہایہ، ۱۴:۱۳۸ —— ۶۔ذیل طبقات الحنابلہ، ۲:۴۰۶ —— ۷۔ابو عبداللہ محمد بن نصر الحمیدی م ۴۴۸ھ (شذرات الذھب، ۳:۳۹۲) —— ۸۔العقود الدریہ، ۳ —— ۹۔ مختصر طبقات الحنابلہ، ۵۲ —— ۱۰۔ معجم المولفین، ۱۰:۱۸۵ —— ۱۱۔العقود الدریہ، ۲۵ —— ۱۲۔ ایضا —— ۱۳۔مقارنہ بین الغزالی، ۳۱ —— ۱۴۔ مجموع فتاوی، ۱۸:۷، ۶ —— ۱۵۔ مجموع الفتاوی، ۱۸:۳۱ —— ۱۶۔ منہج ابن تیمیہ، ۸۲ —— ۱۷۔ مجموع الفتاوی، ۱۸:۲۰ —— ۱۸۔ ایضا، ۲۰:۳۲۰ —— ۱۹۔ ایضا، ۱:۵۲۱ —— ۲۰۔ مجموع الفتاوی، ۱۸:۷۴ —— ۲۱۔ایضا، ۱:۵۲۱ —— ۲۲۔ منہج ابن تیمیہ": ۱۵ —— ۲۳۔فتاوی ۸۱:۸۱ —— ۲۴۔ منہج ابن تیمیہ"، ۲۵ —— ۲۵۔ مجموع الفتاوی، ۱۸:۲۰، ۱۹ —— ۲۶۔ مجموع الفتاوی، ۱۸:۱۹، ۱۸ —— ۲۷۔مجموع الفتاوی، ۱۸:۱۹، ۱۸ —— ۲۸۔ایضا، ۱۹: —— ۲۹۔ منہج ابن تیمیہ"، ۵۲ —— ۳۰۔مجموع الفتاوی، ۱۵:۵۳، ۵۲ —— ۳۱۔ ایضا، ۵۴ —— ۳۲۔فتاوی، ۸۷ —— ۳۳۔ مجموع الفتاوی، ۱۴:۲۳۹ —— ۳۴۔ ایضا —— ۳۵۔ ایضا، ۴۸، ۲۴۷ —— ۳۶۔ایضا، ۲۲۶ —— ۳۷۔ایضا، ۴۱۰ —— ۳۸۔ایضا، ۴۱۰ —— ۳۹۔ العقود، ۸۰-۷۷ —— ۴۰۔ایضا، ۸۰-۷۷ (فتاوی، ۵:۱۵، ۱۳) —— ۴۱۔فتاوی، ۵:۱۵، ۱۳ —— ۴۲۔فتاوی، ۵:۱۸، ۱۳ —— ۴۳۔ایضا:۱۸، ۱۳ —— ۴۴۔دقائق التفسیر، ۳:۶۹، ۱۶۸ —— ۴۵۔الاعلام، ۳:۲۰۶ —— ۴۶۔دقائق التفسیر، ۳:۶۹، ۱۶۸ —— ۴۷۔جامع الرسائل، ۱۱ —— ۴۸۔منہاج السنۃ، ۲:۲۴۷، ۲۴۶ —— ۴۹۔الفتاوی، ج ۱۸: ص ۷ —— ۵۰۔ایضا: ص ۲۔ —— ۵۱۔ایضا —— ۵۲۔ایضا —— ۵۳۔ایضا —— ۵۴۔مقارنہ بین الغزالی وابن تیمیہ ص ۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ